# کشمیر میں

# فارسی زبان کا ماضی اور مستقبل

میرک شاہ طالب کاندہ ہامی

فارسی زبان کے ایک مشہور و معروف شاعر قدسی نے ایک نعتیہ کلام میں فرمایا ہے

نور پاک تو کہ در ملک عرب کردہ ظہور

زین سبب آمدہ قرآن بزبان عربی

احمد پاکؐ کی خاطر خداوند کریم نے اپنی بیش بہا کتاب قرآن مجید کو عربی میں نازل فرمایا کیونکہ آپؐ کی زبان عربی تھی ورنہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فارسی زبان میں وہ تمام صلاحیت اور ہمہ گیری موجود ہے جو ایک الہامی زبان میں ہونی چاہیئے۔ جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ دنیا کی اکثر الہامی کتابیں جو تصوف، حق شناسی اور پند و نصایح پر دلالت کرتی ہیں فارسی زبان میں لکھی گئی ہیں ان کتابوں میں حدیقہ سنائی، منطق الطیر، تذکرۃ الاولیا، مثنوی معنوی، طبقات الصوفیہ، طبقات المشایخ، کشف المحجوب، اسرار التوحید، نفحات الانس، اخلاق جلالی، کیمیای سعادت رسالۃ امیریہ، فصوص الحکم، فتوحات مکیہ اور دستور السالکین وغیرہ شامل ہیں حقیقت یہ ہے کہ صوفیانہ، عارفانہ اور اخلاقی موضوعات جس طریقے سے اس زبان میں ادا کئے گئے ہیں کسی اور

Scanned by CamScanner

زبان میں اس جیسے یا اس سے بہتر ادا نہیں ہو سکتے چاہے وہ عربی زبان ہی کیوں نہ ہو۔ امیر خسرو دہلویؒ نے "عزت الکمال" (مجموعہ قصاید) میں فارسی زبان کی خوبیوں کو بیان فرماتے ہوئے عربی زبان پر اسکی فوقیت اور برتری کو واضح کیا ہے۔

الغرض عجم سے منتقل ہو کر یہ میٹھی زبان قدیم زمانے میں ہندوستان پہنچی جو اپنی بوقلمونی تہذیب و تمدن میں دنیا بھر میں اپنی مثال آپ ہے۔

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند
زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

فارسی زبان سات سو برس پہلے کشمیر میں وارد ہوئی یہ زبان اسلامی زبان کی صورت میں یہاں داخل ہوئی اور اپنی گوناگوں صلاحیتوں کی بدولت یہاں کی عدالتی زبان بن گئی اور اس صدی کی نصف تک سرکاری زبان کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتی رہی۔ اس عرصہ دراز میں ہزاروں کتابیں اس زبان میں معرض وجود میں آئیں جن میں نثر و نظم، غزل، قصیدہ، رباعی، مثنوی غرض ہر قسم کے اصناف سخن میں طبع آزمائی کر کے شاعروں اور ادیبوں نے تصوف فلسفہ، معاشیات، تاریخ، تہذیب تمدن غرض ہر قسم کے موضوعات پر قلم زنی کی ہے اور یہ ہزاروں کتابیں ہمارے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے کتب خانوں کی زینت بن چکی ہیں ہمارے شاعروں اور ادیبوں کے رشحات قلم آج بھی علم و فن کے میدان میں اپنی بہار دکھا رہے ہیں جن سے ہمارے ذہن محظوظ اور ہماری تہذیب و تمدن و ثقافت تا ابد محفوظ ہے بدقسمتی کا مقام ہے کہ موجودہ صدی میں اس زبان کو کسی حد تک دھکا لگا۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ اس کی جگہ آہستہ آہستہ انگریزی زبان نے لے لی جہاں اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ دور کا تقاضا ہی یہی ہے کہ سائنسی علوم سے مستفید ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے لیکن زبان و ادب تاریخ و فرہنگ تہذیب و تمدن و ثقافت کو یکسر پامال کرنا کہاں تک جائز ہے؟ اس بات سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی بیشتر مہذب قومیں ماضی کے علمی خزانوں سے مستقبل کا سامان تلاش کر رہی ہیں

فارسی زبان جس میں اخلاقیات، پند و نصائح، تہذیب، تصوف و عرفان کے قابل قدر اور باعث افتخار خزینے موجود ہیں کو یکسر فراموش کرنا اور مٹا دینا کوئی دانائی نہیں ہے بلکہ سائنس اور لٹریچر کو آپس میں اس طرح ملا دینے کی ضرورت ہے جس طرح دل و دماغ کو یکجا کر کے ہر مشکل کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور ہر مرحلے میں کامیابی ممکن ہو سکتی ہے اس خیال کو انگریزی مصنف "جان ٹنڈال" نے بھی ایک مضمون "سائنس اینڈ لٹریچر" میں ادا کیا ہے۔ اکثر یورپی قوموں نے ابو ریحان البرونی، عمر خیام، ابن خلدون امام غزالی، بو علی سینا، ظہیر فارابی، مولانا رومی وغیرہ شخصیتوں کے قدیم آثار کا مطالعہ کر کے اپنی تحقیقات اور وسیع تجربات کو فروغ دیا ہے کوئی بھی تحقیق تب تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ اس تحقیق میں دلچسپی کا مواد شامل حال نہ ہو اگر تحقیق کو سائنس کے ساتھ مشابہ کیا جاتے تو اس کی دلچسپی کا مواد ادب میں موجود ہے اس طرح علم و ادب کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے کوئی بھی علم ہو یا کوئی زبان بنی نوع انسان کیلئے ہر معاملے میں سودمند اور فرحت بخش ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ فحش کلامی اور فضولیات سے پاک ہو۔

کشمیر علم و فن کا گہوارہ رہا ہے شاہ ہمدانؒ کے ساتھ یا ان کی پیروی میں جو سادات کشمیر آتے جو علوم دینی، تصوف و عرفان کے آسمان کے درخشندہ تارے تھے ان کی مادری زبان فارسی تھی انہوں نے اس زبان کی نثر و نظم میں اپنی تصانیف پیدا کیں جو کہ اس وقت تک ہمارے کتب خانوں کی زینت بن چکی ہیں ان تصانیف میں شاہ ہمدانؒ کی رسالہ معرفت ونہ رسالہ دہ قاعدہ، رسالہ خاطریہ، رسالہ اربعینیہ، رسالہ فقر، چہل اسرار، شرح قصوص الحکم، شرح اسماء اللہ، شرح قصیدہ فارضیہ وغیرہ شامل ہیں شاہ ہمدانؒ کی تصانیف کے علاوہ تصوف کی دوسری کتابیں جو ہمارے کتب خانوں میں اس وقت موجود ہیں اُن میں سے چند اہم تصانیف یہ ہیں ۱۔ مقامات سید احمد قادری کی شرح لمحات ۲۔ ملا عبدالوہاب کی تعریف فی التصوف ۳۔ شیخ حمزہ مخدومؒ کے خلفاء کی تصانیف جیسے (ا) بابا علی رینہ کی تذکرۃ العارفین (ب) حضرت بابا داؤد خاکی دستور السالکین (ج) میر بابا حیدر کی ہدایت المخلصین (د) خواجہ حسن قاری کی راحت الطالبین (ہ) شیخ احمد سرہندی کی مجموعات التصوف ۴۔ خواجہ

حبیب نوشہری کی راحت القلوب ۵۔ تنبیہ القلوب ۶۔ محسن فانی کی دبستان مذاہب ۷۔ خواجہ نقشبندیؒ کی کنز العادۃ ۸۔ خواجہ حبی کی مقامات ایشانؒ وغیرہ

تاریخ میں: وقایع ملک کشمیر، تاریخ کشمیر، قلمرو کشمیر، تاریخ رشیدی، بہارستان شاہی طبقات شاہ جہانی، تاریخ کشتواڑ، تاریخ کشمیر (حسن کھویہامی) تاریخ کبیر وغیرہ

اسلامی علوم یعنی فقہ، حدیث، تفسیر کے موضوعات پر قابل قدر تصانیف یہ ہیں: تنویر السراج، ہدایت الاعمیٰ، حدایق حنفیہ اور فتوای نقشبندیہ وغیرہ

فارسی شاعری کے میدان میں کشمیریوں کا مقام ایرانی شعرا سے کچھ کم نہیں چھ سو سال کے عرصے میں جتنے نامور شعرا ہوتے ہیں اور جنہوں نے قریب قریب ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے ان میں خود حضرت شاہ ہمدانؒ، محسن فانی، شیخ یعقوب صرفیؒ، حبی کشمیری، غنی کشمیری، عرفی شیرازی وغیرہ ہیں۔ غنی کے وقت میں جو شعرا دہلی سے کشمیر آتے تھے واپس جانے کا نام بھی نہیں لیتے تھے بلکہ ان میں سے کئی ایک تو اسی زمین کے پیوند ہو گئے اس زمانے میں اگر کشمیر سے کوئی شاعر ایران کا قصد کرتا تھا تو ایران کا مشہور شاعر صائب اصفہانی اس سے پوچھتا تھا کہ کشمیر سے کون سا تحفہ لاتے ہو اور اس تحفے سے مراد غنی کا کوئی شعر ہوتا تھا شعر و شاعری کا یہ سلسلہ اب بھی ختم نہیں ہوا بلکہ اپنی منزل کی طرف اس کا کارواں گرم جوشی کے ساتھ اب بھی رواں دواں ہے انیسویں اور بیسویں صدی میں تایب، خاموش کبریری، پیر عزیز اللہ حقانی، شمس الدین غمگین، مبارک شاہ فطرت، غلام محمد شاہ، لسہ خان فدا، پیر عبدالقادر آثم، مشتاق کشمیری، قاری سیف الدین وغیرہ اس گلشن ادب کے نواسنجگان میں سے ہیں یہاں پر یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ شاہ ہمدانؒ کے ساتھ جو بزرگ اور سادات کشمیر آئے تھے وہ نہ صرف شاعر اور ادیب ہی تھے بلکہ اعلیٰ پایہ کے مذہبی مبلغ بھی تھے انہوں نے جگہ جگہ مسجدیں اور خانقاہیں تعمیر کرائیں اور اسلامی تبلیغ فارسی زبان میں شروع کر دی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے تقریراً و تحریراً ہر دو لحاظ سے فارسی زبان کو مقبول عام کرنے کی کوشش کی اور اسی وجہ سے فارسی زبان کشمیری لوگوں کے دلوں اور ذہنوں میں شیر مادر کی

Scanned by CamScanner

طرح ہضم ہو کر گوشت و پوست کی طرح ان کے اجسام کا جزو بن کر رہ گئی لہٰذہ اس زبان کی جڑیں بہت مضبوط ہیں اور کوئی بھی بادِ خزاں انہیں اکھاڑ نہیں سکتا کتنے بھی انقلابات آئیں کتنی بھی حکومتیں بدل جائیں کتنی بھی تہذیبیں کروٹ لیں اس سدا بہار درخت کی شاخیں اور پتے ہمیشہ سدا بہار ہی رہیں گی فنونِ لطیفہ، مصوری اور نقاشی میں بھی ایرانی تہذیب کے اثرات آج بھی کشمیر میں جا بجا ملتے ہیں جن کو دیکھ کر آج بھی اس تہذیب و تمدن کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور کشمیریوں کیلئے اس سے یکسر جدائی اور تنہائی قابل برداشت نہیں کشمیر کو ایران صغیر کا لقب دینا بنا بر تحقیق تھا نہ بنا بر تجاوز۔

کشمیر یونیورسٹی کا فارسی شعبہ آج بھی ڈاکٹر محمد صدیق نیاز مند صاحب جیسی ادب نواز اور سخن سنج شخصیت کی سربراہی میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے موجودہ دور کے جن شعراء حضرات کا ذکر ہم نے اس مضمون میں کیا ان کو منظرِ عام پر لا کر عوام کو ان کی صلاحیتوں سے روشناس کرانا ان ہی کا کام ہے ۹۱-۱۹۹۰ء میں اس شعبہ میں طلباء کی تعداد چار تھی جبکہ یہ تعداد ۹۸-۱۹۹۷ء میں پندرہ تک پہنچ چکی ہے شعبہ ہذا نے آج تک دو سکالروں کو غنی کشمیری میڈل اور ایک سکالر کو سلطان العارفین میڈل سے نوازا ہے شعبہ ہذا کی طرف سے ہر سال ایک ادبی سیمنار کا انعقاد ہو رہا ہے سفارت ایران نئی دہلی کے اہتمام سے شعبہ فارسی میں ۱۹۹۷ء میں قومی مقابلہ (SAADI CONTEST) کے نام سے منعقد ہوا۔ اس مقابلے کے انعقاد کا بنیادی مقصد فارسی پڑھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا تھا اس مقابلہ میں وادی کے سات طلباء کامیاب قرار دئے گئے اور انہیں ایرانی سفارت خانے کی طرف سے ایران مدعو کیا گیا۔

گذشتہ چند سالوں سے جب سے سکولوں میں "NCERT" نصاب رائج کر دیا گیا فارسی کو ایک اختیاری اور غیر ضروری مضمون کی حیثیت دی گئی جس کی وجہ سے اکثر طلباء نے اس مضمون کو فراموش کر دیا جس کے نتیجے میں موجودہ دور کے طلباء اخلاق عرفان، تصوف اور حکمت جیسے اہم موضوعاتِ تعلیم سے محروم ہو گئے "NCERT" نصاب رائج ہونے کے وقت فارسی، عربی

Scanned by CamScanner

اور سنسکرت جیسی کلاسیکی زبانوں کو کافی دھکا لگا اس کی وجہ تھی کہ "NCERT" کسی حد تک وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ضروری بن چکا تھا دوسری طرف سے سرکار کو گذشتہ تیس سال سے بے روزگاری کا مسئلہ درپیش تھا سرکار ہر ایک پڑھے لکھے نوجوان کو نوکری دیکر خوش نہیں کرسکتا اس لئے سرکار نے چھٹی جماعت سے WORK EXPERIENCE کا آغاز کر دیا تاکہ بچے نوکری نہ ملنے کی صورت میں کوئی کاریگری اختیار کر کے حصول معاش کو یقینی بنائیں WORK EXPERIENCE PERIOD کے رائج ہونے سے کلاسیکی زبان کیلئے کوئی پیریڈ سکول میں مشخص نہ ہوسکا۔

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب کبھی کوئی سرکار کسی زبان یا ادب یا فن کو ترقی دینا چاہتی تو وہ اس زبان کے ادیبوں، شاعروں اور فنکاروں میں دل کھولکر انعامات تقسیم کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے ان کا روزینہ مقرر کیا جاتا ہے درباروں میں ان کی خاص عزت کی جاتی ہے تاکہ ادب اچھی طرح سے پھلے پھولے اور ترقی کرے ۱۹۸۵ء میں سابقہ وزیراعلیٰ جناب غلام محمد شاہ صاحب نے ایک فارسی شاعر سایف شیرآبادی کا ماہوار روزینہ مقرر کر کے اس کی حوصلہ افزائی کی تھی شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔

"یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ محمود غزنوی کی تمام ترفیاضیاں مدح پسندی کی غرض سے نہیں بلکہ ادب دوستی کی وجہ سے تھیں اس نے فردوسی سے شاہنامہ لکھوا کر عجم پر احسان کیا کہ خود عجم تو مٹ گیا لیکن عجم کے کارنامے آج تک نہ مٹ سکے اسلامی فتوحات مسلمانوں کے مذہبی ترانے ہیں لیکن مسلمان خالد و غزار کے بجائے رستم و سہراب کو جانتے ہیں۔ عبدالملک ولید مقتدر، معتصم، مستعصم کو کتنے آدمی جانتے ہیں لیکن جم و کیخسرو، کیکاوس و فریدون، افراسیاب و اسفندریار کو بچہ بچہ جانتا ہے" (شعر العجم)

اتنا ہی نہیں بلکہ محمود شعراء کے حق میں دل کھولکر انعامات تقسیم کرتا تھا عنصری کو ملک الشعراء کا خطاب کر کے تمام دوسرے شعراء پر فوقیت دی تھی ہر قسم کے اصحاب فن کو

Scanned by CamScanner

اپنے دربار میں مدعو کیا تھا اس کے خوان کرم سے چار سو شعراء فیض یاب ہو چکے تھے محمودی شعراء کی تفصیل اگرچہ بہت ہے لیکن جن ناموروں کو محمود نے اپنے خاص ندما میں شامل کیا تھا اور جو آسمان ادب کے سبعہ سیارے تھے یہ ہیں عنصری، فرخی، عسجدی، منوچہری، فردوسی، اسدی، غضاری (شبلی) سلطان سنجر کی قدردانی اور حاتمانہ فیاضی نے ایران میں پھر وہی محمودی دربار قائم کر دیا تھا غرض اس سے یہ ہے کہ جب تک حکومت کسی خاص علم یا فن یا ادب یا زبان کو ترقی دینے میں اپنا مؤثر رول ادا نہیں کرتی تب تک اس علم یا فن یا زبان کی ترقی ممکن نہیں ہو سکتی جہاں ہم فارسی زبان کو روز بروز دھکا لگتے دیکھتے ہیں وہاں اس کی مضبوط جڑوں کی آبیاری کرنے کیلئے ہمارے پاس ابھی بھی کافی سامان موجود ہے۔

۱۔ سرکار کو چاہیے کہ سکولوں میں چھٹی جماعت سے فارسی زبان کو ایک مستقل مضمون کی حیثیت سے پڑھاتے جانے کے احکامات صادر کرے اور اس کیلئے ضرورت سکولوں میں اساتذہ اور کالجوں میں لیکچراروں کی بھرتی اور ترقی کو یقینی بناتے۔

۲۔ شاعروں، ادیبوں اور سخن وروں کی بھرپور حوصلہ افزائی کی جاتے تاکہ ان کی توجہ دوسرے کاموں سے ہٹ کر اس زبان کی تعمیر و ترقی کی طرف مبذول ہو جاتے انہیں چاہیئے کہ وہ فارسی کتابوں کا ترجمہ دوسروں زبانوں میں کرنے میں مشغول ہو جائیں تاکہ عوام الناس پرانے بزرگوں کے روشن خیالات سے آشنا ہو جائیں

۳۔ ادب نواز دوستوں اور بزرگوں سے التماس ہے کہ اگر وہ کوئی پرانا قلمی نسخہ پائیں تو اسے کسی ادبی تنظیم مثلاً شعبہ فارسی کشمیر یونیورسٹی کی نوٹس میں لائیں تاکہ مذکورہ شعبہ اس نسخے کو اپنے سالانہ میگزین "دانش" کے ذریعے عوام تک پہنچانے میں اپنا صحیح رول ادا کر سکے۔

۴۔ دور حاضر میں ہمارے اکثر ادیب حضرات فارسی الفاظ کو اردو زبان سے خارج کر کے ان کی جگہ ہندی الفاظ کو داخل کرتے ہیں جو کہ فارسی زبان کے ساتھ ایک ناقابل برداشت ناانصافی ہے ایسے حضرات سے گذارش ہے کہ وہ فارسی زبان کو اردو میں ایک اخاص مقام دیں کیونکہ

Scanned by CamScanner

اردو زبان پہلے ہی سے کتنی زبانوں کا مجموعہ ہے۔

۵۔ کشمیر یونیورسٹی کے ادب نواز وائس چانسلر سے مودبانہ گذارش کی جاتی ہے کہ وہ دل کھولکر شعبہ فارسی کیلئے رقومات فراہم کر کے شعبہ ہذا کی تمام کوششوں کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے اور اپنی ادب نوازی کا ثبوت بخشیں۔ شعبہ کے سالانہ سیمنار کو یقینی بنانے سالانہ میگزین "دانش" کے اجراء کرنے میں کوئی دقت نہ آتے ٹیچنگ اور نان ٹیچنگ سٹاف کی کسی بھی کمی کا ازالہ کیا جائے نئی کتابیں خریدنے کیلئے شعبہ میں رقم مخصوص رکھی جائے۔

اگر ان تمام سفارشوں کو روبہ عمل لایا جائے تو یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ کشمیر میں فارسی زبان کا مستقبل اتنا تاریک نہیں ہوگا جتنا کہ لوگ اس وقت خیال کرتے ہیں

شراب کہن پھر پلا ساقیا — وہی جام گردش میں لا ساقیا

اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے — لڑادے ممولے کو شہباز سے

خرد کو غلامی سے آزاد کر — جوانوں کو پیروں کا استاد کر

(ساقی نامہ اقبال)